# امانت لکھنوی کی اندر سبھا کا جائزہ

سید آغا حسن امانت واجد علی شاہ کے عہد میں ایک معروف ومشہور شاعر تھے۔ انھوں نے اپنے ڈرامے ''اندر سبھا'' کی تصنیف ۱۸/اگست ۱۸۵۲ء کو مکمل کی۔ اسے ۴/جنوری ۱۸۵۴ء میں ان ہی کی سر پرستی میں پہلی بار اسٹیج کیا گیا۔

یہ ایک مکمل منظوم ڈراما ہے جس میں مکالمے بھی منظوم ہیں اور اس میں مختلف اصناف شاعری کا استعمال ہوا ہے۔ ان تمام نظموں کو اس دور کی مقبول عام راگ راگنیوں میں پیش کیا گیا ہے۔ ان راگ راگنیوں کے ساتھ رقص وموسیقی کے امتزاج نے اسے ایک نئے قسم کی محفل رقص وسرود بنا دیا ہے۔

## اندر سبھا کا قصہ

اس کے متن کی بہتر تشریح و وضاحت کے لیے اس کے قصے کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ سبھا تیار ہونے کے بعد سازندے راجہ اندر کی آمد گاتے ہیں۔ آمد ختم ہونے کے بعد راجہ اندر سبھا میں آتا ہے اور کالے دیو کو حکم دیتا ہے آج پوری رات محفل میں بیٹھ کر جلسہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے لہٰذا وہ جا کر پریوں کو لائے جو باری باری آکر رقص وگانا پیش کریں۔ پکھراج پری، نیلم پری اور لال پری باری باری آکر مختلف چیزیں رقص کے ذریعے پیش کرنے کے بعد راجہ کی بغل میں کرسی پر بیٹھ جاتی ہیں۔ آخر میں سبز پری سبھا میں گانے آتی ہے مگر راجہ کو نیند آجاتی ہے اور وہ اپنے تخت پر سو جاتا ہے۔ اب سبز پری باغ میں جا کر کالے دیو کو بتاتی ہے کہ وہ اس سبھا میں آتے وقت راستے میں اختر نگر کے لال محل چھت پر ایک شہزادے کو سوتا ہوا دیکھ کر اس پر عاشق ہوگئی ہے اور اس کے کوٹھے پر اتر کر اسے سوتے میں ہی پیار کرنے کے بعد سبز نگوں کی انگوٹھی اسے پہنا آئی ہے۔ پھر اس سے کہتی ہے کہ وہ جا کر اسے یہاں لے آئے۔ کالا دیو کہتا ہے تو پریوں کی سردار ہے اس لیے میں حکم عدولی کیسے کر سکتا ہوں اور جا کر سوتے ہوئے گلفام کو لے آتا ہے۔ سبز پری شہزادے کو دیکھ کر بہت خوش ہوتی ہے۔ اور اسے نیند سے جگاتی ہے۔ شہزادہ جاگتا ہے تو اجنبی مخلوق اور اجنبی مقام کو دیکھ کر بہت گھبراتا ہے۔ سبز پری اسے تسلی دیتی ہے اور سمجھاتی ہے، پھر پوری بات بتاتی ہے۔ آخر میں اس سے قربت چاہتی ہے اور عشق کا اظہار کرتی ہے لیکن شہزادہ انکار کر دیتا ہے۔ پھر اس شرط پر اس کے عشق کو قبول کرنے کو تیار ہوتا ہے کہ وہ اسے اندر کی سبھا دکھلائے۔ جس کے بارے میں اس نے بہت کچھ سن رکھا ہے۔ سبز پری مختلف خطرات کے پیش نظر اسے وہاں جانے سے منع کرتی ہے اور آگاہ کرتی ہے کہ راجا اندر کی سبھا میں کوئی انسان نہیں جا سکتا۔ وہ بہت غصہ ور ہے۔ اسے پتہ چل گیا تو بہت سخت سزائیں دے گا۔ لیکن شہزادہ اس کی ایک نہیں سنتا اور ضد کرتا ہی رہتا ہے۔ یہاں

تک کہ گلا کاٹ کر مر جانے کی دھمکی دیتا ہے۔ آخر کار سبز پری مجبور ہو کر اسے اندر کی سبھا میں لے جاتی ہے۔

گلفام سبز پری کے تخت کا پایہ پکڑ کر اندر کی سبھا میں پہنچتا ہے۔ وہاں سبز پری سب کی آنکھ بچا کر اسے پیڑوں کی آڑ میں چھپا دیتی ہے اور خود ناچنے گانے میں مشغول ہو جاتی ہے۔ اسی وقت لال دیو پیڑوں کی طرف ہوا خوری کے لے آتا ہے اور گلفام کو پیڑوں کے پیچھے چھپا دیکھ لیتا ہے۔ فوراً پرستان میں آدم زاد کی موجودگی کی اطلاع راجہ کو دیتا ہے۔ راجہ بہت غضبناک ہوتا ہے اور ساری حقیقت معلوم کر لینے کے بعد گلفام کو کوہِ قاف کے کنوئیں میں قید کر دیتا ہے اور سبز پری کا بال و پر نوچ کر اسے سبھا سے نکال دیتا ہے۔

سبھا سے نکالے جانے کے بعد سبز پری جوگن کا بھیس بنا کر گلفام کی تلاش میں اِدھر اُدھر درد بھرے گیت گاتی پھرتی ہے۔ کالا دیو راجہ اندر کو مطلع کرتا ہے کہ پرستان میں ایک جوگن آئی ہے جو حسن و جمال میں یکتا ہونے کے ساتھ ساتھ گانے میں بھی بے مثال ہے۔ گانوں کا رسیہ راجہ اندر فوراً اسے سبھا میں بلواتا ہے۔ جوگن پہلے تو راجہ کی سبھا میں جانے سے انکار کرتی ہے پھر تیار ہو جاتی ہے اور وہاں راجہ کی فرمائش پر گانا سناتی ہے۔ راجہ خوش ہو کر اسے گلوریاں دیتا ہے۔ جسے لینے سے خوبصورتی کے ساتھ انکار کر کے دوسرا گانا گانے لگتی ہے۔ راجہ پھر ہار دیتا ہے جو گن اسے بھی ٹال کر ایک اور راگ چھیڑتی ہے۔ اب کے راجہ شاہی رومال دیتا ہے۔ جوگن اسے بھی نہیں لیتی اور اپنا منھ مانگا انعام چاہتی ہے۔ راجہ منھ مانگا انعام دینے کا وعدہ کر لیتا ہے تو وہ گلفام کو مانگتی ہے۔

اب راجہ پہچانتا ہے کہ یہ تو سبز پری ہے۔ اپنی غلطی پر پچھتاتا ہے لیکن وعدہ کر لینے کی وجہ سے گلفام کو سبز پری کے حوالے کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کالا دیو گلفام کو کوہِ قاف کے کنوئیں سے نکال کر سبز پری کے حوالے کرتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے ایام جدائی کے حالات دریافت کرتے ہیں۔ پھر سبز پری گلفام کے گلے میں بانہیں ڈال کر اور دوسری پریوں کو ساتھ لے کر مبارکباد گاتی ہے اور یہیں ڈراما ختم ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ اندر سبھا ایک مکمل منظوم ڈراما ہے اس میں سب سے پہلے جو چیز پیش کی جاتی ہے اس کا عنوان ہے ''آمد راجہ اندر کی بیچ سبھا کے''۔ اس کا متن اس طرح ہے:

**متن**

سبھا میں دوستو اندر کی آمد آمد ہے — پری جمالوں کے افسر کی آمد آمد ہے
خوشی سے چہچے لازم ہیں صورت بلبل — اب اس چمن میں گل تر کی آمد آمد ہے
فروغ حسن سے آنکھوں کو اب کرو روشن — زمین پہ مہر منور کی آمد آمد ہے
دو زانو بیٹھو قرینے کے ساتھ محفل میں — پری کے دیو کے لشکر کی آمد آمد ہے
زمیں پر آئیں گی راجہ کے ساتھ اب پریاں — ستاروں کے مہ انور کی آمد آمد ہے

غضب کا گانا ہے اور ناچ ہے قیامت کا　　　بہارِ فتنہ محشر کی آمد آمد ہے
بیاں میں راجہ کی آمد کا کیا کروں استاد　　　جگر کی جان کی دل بر کی آمد آمد ہے

تشریح:۔

اس غزل نما نظم کو ''آمد'' صرف اس لیے نہیں کہا گیا ہے کہ اس کی ردیف ''آمد آمد'' ہے بلکہ اس میں راجہ اندر کے سبھا میں آنے کی اطلاع بھی دی جاتی ہے۔اور یہی نہیں باتوں باتوں میں بڑی خوبصورتی سے اس کا مکمل تعارف کرا دیا گیا۔اسے خوب صورت پھول اور چمکتا ہوا سورج کہہ کر اس کے حسن کی تصویر پیش کی گئی ہے۔محفل میں باادب دوزانو ہو کر بیٹھنے کی تلقین کی گئی ہے۔کیوں کہ وہ رعب و دبدبے والا اور دیو کے لشکر کا سردار ہے۔اور اسی کے ساتھ ساتھ اس میں آنے والے واقعات کی نشاندہی کرتے ہوئے پورے ڈرامے کا تعارف کرا دیا گیا ہے۔

سنسکرت ڈرامے میں ''پوروانگ'' یعنی پوجا اور دیوتا کی تعریف و پرارتھنا یعنی ''ناندی'' کے بعد سوتر دھار اس کی بیوی یا کوئی اور کردار پردے سے باہر آتے اور اپنے مکالموں کے ذریعے ڈرامے، ڈرامے کے مصنف ڈرامے کے کردار، ڈرامے میں پیش ہوئے واقعات اور پہلے کے واقعات سے (تسلسل قائم کرنے کے لیے جن کا بیان ضروری ہوتا) ناظرین کو متعارف کراتے ہیں سنسکرت میں تمہید کے اس حصہ کو ''پرستاؤنا'' کہتے ہیں۔

آمد میں پرستاؤنا کی جھلک صاف دیکھی جاسکتی ہے۔فن شاعری کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ نظم غزل کی ہیئت میں ہے۔غزل کے اجزائے ترکیبی میں تین چیزیں ہوتی ہیں، مطلع، مقطع اور قافیہ و ردیف۔مطلع کے معنی ہیں طلوع ہونے یا نکلنے کی جگہ یا شروع ہونے کی جگہ، گویا غزل یہاں سے شروع ہوتی ہے۔اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔مقطع کا مطلب ہے قطع کر دینا یعنی ختم کر دینا، گویا غزل یہاں ختم ہو جاتی ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ اس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔ہم آواز الفاظ جو ہر شعر کے آخر میں آتے ہیں انھیں قافیہ کہتے ہیں جیسے افسر کی، گل تر کی، مہر منور کی، لشکر کی۔ردیف وہ لفظ ہوتا ہے۔جو بار بار ہر شعر کے آخر میں دہرایا جاتا ہے، جیسے آمد آمد ہے۔یہ تمام چیزیں اس آمد میں پائی جاتی ہیں۔اس کے باوجود اسے غزل نہ کہہ کر نظم اس لیے کہا جارہا ہے کیونکہ اس کا ہر شعر اپنی جگہ ایک مکمل اکائی نہیں ہے اور ایک شعر میں ایک بات مکمل نہیں ہوئی ہے۔بلکہ ایک موضوع تمام اشعار میں تسلسل کے ساتھ چلتا رہتا ہے۔

اس نظم کی زبان اُردو ہے جس میں رعایت لفظی کا بھی خوب استعمال ہے یعنی ایک لفظ کی مناسبت سے دوسرا لفظ لایا گیا ہے۔جیسے بلبل کی مناسبت سے گل تر۔اس میں سادگی اور روانی کافی پائی جاتی ہے۔اور غنائیت و موسیقیت بھی بھرپور ہے۔

اس نظم کے ختم ہونے کے بعد جیسے سازندے گاتے ہیں راجا اندر، پیچھے عارضی طور پر تانا گیا لال پردہ اٹھا کر اسٹیج پر داخل ہوتا ہے

اور ایک چوبولے کے ذریعے اپنا تعارف کراتا ہے چوبولہ یوں ہے:

## متن

| | |
|---|---|
| راجہ ہوں میں قوم کا اور اندر میرا نام | بن پریوں کی دید کے نہیں مجھے آرام |
| سنورے مورے دیورے دل کو نہیں قرار | جلدی میرے واسطے سبھا کرو تیار |
| تخت بچھاؤ جگمگا جلدی سے اس آن | مجھ کو شب بھر بیٹھنا محفل کے درمیان |
| میرا سنگلدیپ میں ملکوں ملکوں راج | جی میرا ہے چاہتا کہ جلسہ دیکھوں آج |
| لاؤ پریوں کو مری جلدی جا کر ہاں | باری باری آن کر محرم کریں یہاں |

## تشریح:-

یہ چوبولہ ہندی دوہوں کی بحر میں ہے لیکن اس کی ہئیت مثنوی کی ہے۔ مثنوی کے معنی ہیں دو دو والا یا دو دو کیا ہوا۔ یہ ایک ایسی نظم ہوتی ہے جس میں کوئی مسلسل بات بیان کی جاتی ہے۔ اس کے تمام اشعار کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں، اور ہر شعر کا قافیہ جدا ہوتا ہے۔

اس چوبولے کی زبان اُردو ہے۔ صرف اس میں دو لفظ ''سن رے مورے دیورے'' تیر کلیجے کھائے، ایسے آگئے ہیں جو فصیح اُردو کے دائرے سے خارج کہے جاسکتے ہیں۔

اس میں راجا اندر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہتا ہے ''راجہ ہوں میں قوم کا'' یہاں قوم کا لفظ ذات کا لفظ ذات اور طبقے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ پھر وہ اپنی خصلت بھی بیان کر دیتا ہے کہ پریوں کو دیکھے بغیر چین نہیں ملتا۔ یہ بھی کردار نگاری کا ایک طریقہ تھا۔ اوپر کی آمد اور اس چوبولے سے راجہ اندر کی شخصیت پوری طرح مستحکم ہو جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ قصے کے آگے بڑھنے کے لیے فضا تیار ہو جاتی ہے۔ اس کے ذریعے آنے والے واقعات کی اطلاع بھی ناظرین کو پہلے سے پہنچائی جا رہی ہے تا کہ وہ ذہنی طور پر اس کے لیے تیار ہو جائیں۔ یہ بھی ڈرامائی فن کا حصہ ہے۔ سنگلدیپ ایک مقام کا نام ہے جو اب سری لنکا میں ہے۔

چوبولے کے آخری شعر میں راجا اندر کہتا ہے کہ جلدی میری پریوں کو لاؤ جو آ کر میرے سامنے مجرا (یعنی گانا اور ناچ) پیش کریں۔ راجا کے اس حکم کے بعد سب سے پہلے پکھراج پری سبھا میں آتی ہے۔ اس ڈرامے میں جب بھی کوئی کردار (سوائے گلفام کے) اسٹیج پر داخل ہوتا ہے تو سازندے پہلے اس کی آمد گاتے ہیں۔ لہٰذا پکھراج پری کے آنے سے پہلے اس کی آمد گائی جاتی ہے۔

ڈرامے کا متن کافی طویل ہے اور اس کو صفحہ قرطاس پہ پیش کرنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور معلوم ہوتا ہے اور یہ کام اس وقت کچھ زیادہ ہی دشوار گذار ثابت ہوتا ہے جب اس منظوم کلام کی تشریح بھی پیش کرنی ہو۔ لہٰذا ڈرامے کے اصل منظوم متن کے ابتدائی ایک دو بند کو پیش

کرنے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

ڈراما اندر سبھا اُردو کے ابتدائی ڈراموں میں اہم مقام کا متحمل ہے۔اس کی لسانی اور جمالیاتی خصوصیات کا اندازہ اس کے متن کی بازیافت سے بہ حسن وخوبی لگایا جاسکتا ہے۔زبان وبیان کی سطح پر امانت لکھنوی نے نت نئے تجربے کیے ہیں۔فارسی زبان کے ساتھ ساتھ سنسکرت کے بھی بیشتر الفاظ کو استعمال کر کے متن کی غنائیت اور موسیقیت میں قابل وتصور حد تک اضافہ کیا ہے۔غرض اندر سبھا اپنی بیشتر فنی اور جمالیاتی خصوصیات کی بنا پر اُردو کے معتبر ڈراموں میں شمار کیا جاتا ہے۔